**Majallah-yi Talim o Tahqiq**

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

**ISSN (P):** 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 1,Vol 4,January-March,2022

شمارہ ۱، جلد ۴، جنوری۔مارچ

# یھودی بدعھدی کاقرآنی بیانیہ

(منتخب آیات کی روشنی میں توضیحی و تجزیاتی مطالعہ)

# The Qur’anic statement on the Jewish disobedience

(Explanatory and analytical study in the light of selected Verses)

**Muhammad Riaz**[1]

**Dr. Muhammad Atif Aslam Rao**[2]

**Keywords:**

Jewish, God Almighty, Shari'ah, Qur'an, Muslim Ummah

## Abstract:

. Deviation from the covenant is an ancient Jewish history. Due to the historical rebellion and apostasy of the Jews, they can be called habitual offenders of rebellion and apostasy. They have always made their own desires their God and mentor. They never surrendered to the religion of God Almighty. The Almighty had promised the Jews to abide by the Book and the Shari'ah, and to renew and remind them of this covenant, the Almighty sent many of His Messengers and Prophets one by one, but the Jews rejected them against their wishes. The ancient history of the Jews is replete with incidents in which they denied the apostles, deviated from their teachings, persecuted them, and even killed them. Allah Almighty mentions the long stories of the Jews in the Qur'an and mentions their logical termination so that the believers may know that the punishment for turning away from the truth is to be meted out and also warned the Muslim Ummah not to follow their path.

[1] Ph.D Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi.

[2] . Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi.

## تمہید

عہد وپیماں سے روگردانی یہودیوں کی قدیم تاریخ ہے۔یہودیوں کی تاریخی سرکشی اور حق سے روگردانی کی بناءانہیں سرکشی ورو گردانی کا عادی مجرم کہا جاسکتا ہے۔انہوں نے ہمیشہ اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا الٰہ اور مربی بنایا ہے۔انہوں نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دین کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا۔یہودی ہمیشہ ہمیشہ داعیانِ حق کے لیے آزمائش بنے رہے،اسی لیے اپنی روش اور فطرت پر باقی رہتے ہوئے ان کے لیے حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا اور انہیں آخری نبی کی حیثیت سے تسلیم کرنا ناممکن تھا۔

مقالہ ہذا قرآنی آیات کی روشنی میں یہودیوں کی بدعہدی کے بیانیہ پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا کیا عہد لیے تھے اور انہوں نے کن کن انداز سے عہد شکنی کی۔نیز ان کی عہد شکنی کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔اس ضمن میں اولاً عہد و میثاق کے معانی مختصراً واضح کیے جائیں گے،بعد ازاں عہد و میثاق کا ذکر کیا جائے گا۔آخر میں یہودیوں کا منطقی انجام کا جائزہ لیا جائے گا۔

### ''عہد'' اور ''میثاق'':

یوں تو ''عہد'' اور ''میثاق'' کے الفاظ عربی زبان میں تقریباً ہم معنی میں مستعمل ہیں لیکن ائمہ لغت نے ان کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے معمولی فرق بتایا ہے۔قرآن مجید میں چونکہ یہودی سے لیے گئے عہد وپیماں کے ضمن کہیں ''عہد'' اور کہیں ''میثاق'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔لہٰذا ضروری ہے کہ اولاً ''عہد'' ثانیاً ''میثاق'' کے الفاظ کی مختصر وضاحت کر دی جائے۔

### عہد کے معنی:

عہد سے مراد اقرار ہوتا ہے جس کا پورا کرنا اور اسے انجام تک پہنچانا شرعی و قانونی تقاضا ہوتا ہے۔عہد کی تعریف کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

العهد: حفظ الشيء ومراعاته حالا بعد حال، وسمي الموثق الذي يلزم مراعاته عهدا.
وعهد الله تارة يكون بما ركزه في عقولنا،
وتارة يكون بما أمرنا به بالكتاب وبالسنة رسله،
وتارة بما نلتزمه وليس بلازم في أصل الشرع كالنذور وما يجري مجراها [3]

عہد کا معنی ہے: کسی شے کی حفاظت کرنا اور ہر حال میں اس کی رعایت کرنا،جس عقد کی رعایت لازم ہو اسے بھی عہد کہتے ہیں۔
ہماری عقلوں میں جو اللہ کی اطاعت کا اقرار ہے،اسے بھی عہد کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں کتاب اور سنت کے ذریعے احکام دیے ہیں اور ہم نے ان کی اطاعت کا اقرار کیا ہے،اس کو بھی عہد کہتے ہیں۔
اور جس چیز کو شریعت نے لازم نہیں کیا تھا لیکن ہم نے از خود نذر مان کر اس کو لازم کر لیا،اسے بھی عہد کہتے ہیں۔

### میثاق کے معنی:

''میثاق'' کے معنی بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والميثاق: عقد مؤكد بيمين وعهد [4]

---

[3]۔ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی،"المفردات فی غریب القرآن"،دار القلم،الدار الشامیۃ،دمشق بیروت،الطبعۃ الاولی 1412ھ،ج1، ص591۔

[4]۔ ایضاً،ج1،ص853۔

میثاق اس عقد کو کہتے ہیں جس کو قسم اور اقرار کے ذریعہ موکد کیا گیا ہو۔

درج بالا تعریف کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب عہد کو قسم کے ذریعے موکد کر دیا جائے تو وہ میثاق کہلاتا ہے۔

## بنی اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا ذکر:

قرآن مجید کی متعدد آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں متعدد نعمتوں سے سرفراز کیا۔ مثلاً: بنی اسرائیل میں کثرت سے انبیاء کا مبعوث ہونا، فرعون کی غلامی سے آزادی، ارضِ مقدسہ میں داخلہ، مقوی اور لذیذ غذاؤں پر مشتمل من وسلوی کا اترنا اور پانی کے بارہ چشموں کا پھوٹنا وغیرہ وہ نعمتیں تھیں جن کا ذکر قرآن مجید میں واضح طور پر کیا گیا ہے۔ یہودی گزرتی نسلوں کے ساتھ ان نعمتوں کو بھلا بیٹھتے تھے اور سرکشی وکفر کی گھاٹیوں میں چلے گئے تھے۔

## نعمتوں کی یاد دہانی کرا کر عہد کی پاسداری کا حکم:

یہود کو عرب میں اس کی گزشتہ تاریخ اور علم ومذہب سے وابستگی کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے انعامات یاد دلائے اور راہِ راست کی جانب آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ. وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ. وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ. وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ. أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. [5]

ترجمہ: اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا، اور تم مجھ ہی سے ڈرو۔ اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو میں نے نازل کیا ہے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور تھوڑی قیمت کے بدلہ میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو نعمتیں یاد دلائی ہیں تاکہ وہ ان میں غور وفکر کریں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں۔ ان آیات میں اس عہد کی جانب اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تورات کی وساطت سے لیا تھا۔ وہ عہد یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اسی طرح اس میں یہ بھی تھا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ یہودیوں کا اللہ سے عہد اور اللہ کا ان سے عہد یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے سخت مشکل احکام کا بوجھ اتارنے کا عہد پورا کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا۔ مشہور تابعی حضرت مجاہد کہتے ہیں: هو الميثاق الذي أخذ عليهم في سورة (لقد أخذ الله ميثاق بني إسرائيل) [6] یعنی یہ وہی عہد ہے جس کا ذکر سورۃ المائدۃ میں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[5] ۔ سورۃ البقرۃ: 2 / 40-44۔

[6] ۔ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی، "الدر المنثور"، دار الفکر بیروت، س ن، ج 1، ص 154۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ. [7]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا: بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم رکھو، زکوٰۃ دیتے رہو، اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دو تو بے شک میں تم سے تمہارے گناہ مٹادوں گا اور تمہیں ضرور ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی امام بغوی کا قول نقل کرتے ہیں:

قال الكلبي عهد الله الى بنى إسرائيل على لسان موسى انى باعث في بنى إسماعيل نبيا اميا فمن تبعه وصدّق بالنور الذي يأتي به غفرت له ذنبه وأدخلته الجنة وجعلت له أجرين اثنين. [8]

حضرت کلبی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے یہ پیغام دیا تھا کہ میں بنی اسماعیل میں ایک امی نبی مبعوث کرنے والا ہوں پس جو ان کی اتباع کرے گا اور وہ نور جو لے کر آئیں گے اس کی تصدیق کرے گا تو میں اس کے گناہ بخش دوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا اور اسے دو اجر عطا کروں گا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقال آخرون: هو الذي أخذه الله عليهم في التوراة أنه سيبعث من بني إسماعيل نبيا عظيما يطيعه جميع الشعوب والمراد به محمد صلى الله عليه وسلم فمن اتبعه غفر له ذنبه وأدخل الجنة. [9]

یعنی بعض دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ وہ عہد ہے جس کا ذکر تورات میں ہے کہ بنو اسماعیل میں سے ایک عظیم الشان نبی مبعوث ہوگا، پوری دنیا اس کا دم بھرے گی اور اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ جو آپ ﷺ کی اتباع کرے گا، اللہ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور اسے جنت میں داخل کردے گا۔

موجودہ بائبل میں اس کا اشارہ اب بھی موجود ہے:

"میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا"۔ [10]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے شریعت کی پابندی کے ساتھ ساتھ محمد الرسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد بھی لیا گیا تھا۔

---

7۔ سورۃ المائدۃ: 5 / 12۔

8۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، "التفسیر المظہری"، مکتبۃ الرشدیہ پاکستان، الطبعۃ 1412ھ، ج 1، ص 60۔

9۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر (المعروف بابن کثیر)، "تفسیر القرآن العظیم"، دار طیبہ للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ 1420ھ، ج 1، ص 242۔

10۔ کتاب مقدس، باب استثناء: 18 / 18-19۔

## تورات قبول کرنے کا عہد:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ. [11]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کر دیا (اور کہا کہ) مضبوطی سے تھامو اس (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے، اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ اس کے بعد پھر تم نے روگردانی اختیار کی تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

اس آیت میں یہودیوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ وہ میری توحید کا اقرار اور میرے رسولوں کی اتباع کریں گے لیکن انہوں نے اس کو بوجھ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علامہ بغوی کا قول نقل کرتے ہیں:

ان الله تعالى انزل التورية على موسى عليه السلام فامر موسى قومه ان يقبلوها ويعملو باحكامها فابوا ان يقبلوها للاصار والاغلال التي فيها وكانت شريعة ثقيلة [12]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تورات قبول کرنے اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس میں سخت احکام تھے اور وہ شریعت بڑی ثقیل تھی۔

حالانکہ یہودیوں نے خود بڑی التجا کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی آسمانی کتاب کی درخواست کی تھی جس میں قوانین شریعت اور آئینِ عبادت مفصل مذکور ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے بار بار اس کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا عہد لیا تھا اور جب وہ کتاب عطا ہوئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عہد پورا نہ کیا۔ [13]

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

أن موسى عليه السلام لما جاء بني إسرائيل من عند الله بالألواح فيها التوراة قال لهم: خذوها والتزموها. فقالوا: لا! إلا أن يكلمنا الله بها كما كلمك. فصعقوا ثم أحيوا. فقال لهم: خذوها. فقالوا لا. فأمر الله الملائكة فاقتلعت جبلا من جبال فلسطين طوله فرسخ في مثله، وكذلك كان عسكرهم، فجعل عليهم مثل الظلة، وأتوا ببحر من خلفهم، ونار من قبل وجوههم، وقيل لهم: خذوها وعليكم الميثاق ألا تضيعوها، وإلا سقط عليكم الجبل. فسجدوا توبة لله وأخذوا التوراة بالميثاق. قال الطبري عن بعض العلماء: لو أخذوها أول مرة لم يكن عليهم ميثاق. وكان سجودهم على شق، لأنهم كانوا يرقبون الجبل خوفا [14]

---

11۔ سورۃ البقرۃ: 2 / 63-64 ۔

12۔ پانی پتی، "التفسیر المظہری"، ج1، ص78۔

13۔ مفتی محمد قاسم قادری، "صراط الجنان فی تفسیر القرآن"، المدینۃ العلمیۃ، مکتبۃ المدینہ کراچی، طباعت اوّل، رجب المرجب 1434ھ/2013ء، ج1، ص137۔

14۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، "الجامع لاحکام القرآن"، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ 1384ھ/1964ء، ج1، ص436۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف تختیاں لے کر آئے جن میں تورات تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: اس کو لے لو اس کو لازم پکڑ لو۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اسی طرح کلام کرے جس طرح آپ سے کلام کیا۔ پس ان پر بجلی گرائی گئی، پھر انہیں زندہ کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: اس کو پکڑ لو۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا تو انہوں نے فلسطین کے پہاڑوں سے ایک پہاڑ اکھیڑا جس کی لمبائی چوڑائی ایک فرسخ تھی۔ بنی اسرائیل کا لشکر اتنا ہی تھا۔ پس اسے ان پر چھتری کی مثل کر دیا گیا اور ان کے پیچھے سے سمندر اور آگے سے آگ کو لایا گیا۔ انہیں کہا گیا: اب اس کتاب کو پکڑو اور تم پر عہد لازم ہے کہ تم اسے ضائع نہیں کرو گے ورنہ تم پر پہاڑ گرا دیا جائے گا۔ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہوئے سجدوں میں گر گئے اور تورات کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ان کا سجدہ پیشانی کے ایک طرف تھا کیونکہ وہ خوف کی وجہ سے دوسری طرف سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے۔

اس کا ذکر بائبل میں اس طرح ہے:

"اور موسیٰ نے لوگوں کے پاس جا کر خداوند کی سب باتیں اور احکام ان کو بتا دیے اور سب لوگوں نے ہم آواز ہو کر جواب دیا کہ جتنی باتیں خداوند نے فرمائی ہیں ہم ان سب کو مانیں گے"۔[15]

## ہفتہ کے دن کی تعظیم کا عہد اور یہودیوں کی حیلہ سازی:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ. فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ. [16]

ترجمہ: اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ تو ہم نے یہ واقعہ اس وقت کے لوگوں اور ان کے بعد والوں کے لیے عبرت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت بنا دیا۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا. [17]

ترجمہ: اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لیے طور کو ان کے اوپر اٹھا لیا اور ہم نے ان سے کہا کہ سجدہ کرتے ہوئے اس دروازے سے داخل ہو جاؤ، اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتہ کے دن حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو یاد دلایا ہے کہ اے گروہِ یہود! تمہیں معلوم ہے کہ اہلِ قریہ جنہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی تھی اور اس کے عہد و پیمان کو توڑا تھا، ان پر کیا عذاب نازل ہوا تھا؟ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل تقریباً ستر ہزار کی تعداد میں تھے اور سمندر کے ساحل ایلہ شہر میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا حرام قرار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ہفتہ کے دن دنیا کے تمام کام چھوڑ کر صرف اور صرف عباداتِ الٰہی میں مصروف ہونے کا حکم دیا تھا۔ مگر انہوں نے اس حکم اور عہد کی نافرمانی کی۔ انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کو چھوڑ کر مچھلی کے شکار کے لیے حیلے بہانے تلاش کرنا شروع کر دیے، وہ ہفتہ سے

---

15۔ کتاب مقدس، باب خروج: 24 / 4۔

16۔ سورۃ البقرۃ: 2 / 65-66۔

17۔ سورۃ النساء: 4 / 154۔

ایک روز قبل کانٹے، جال اور پھندے لگا لیتے یا دریا کے کنارے گڑھے کھود لیتے۔ ہفتہ کے دن حسب عادت جب مچھلیاں بکثرت سطح آب پر نمودار ہو جاتیں تو ان کانٹوں، رسیوں وغیرہ میں پھنس جاتیں۔ پھر ہفتہ کا دن گزرنے کے بعد اتوار کو انہیں پکڑ لیتے۔[18]

بائبل میں اس عہد کا ذکر اس طرح موجود ہے:

پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور پشت در پشت اسے دائمی عہد جان کر اس کا لحاظ رکھیں۔[19]

## شرک سے بچنے کا عہد:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ. [20]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو (لیکن) پھر تم میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (ویسے ہی اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو۔

گذشتہ آیات میں جہاں بنی اسرائیل کی دیگر وعدہ خلافیوں اور عہد شکنی کا ذکر کیا گیا ہے، اسی تسلسل میں مذکورہ بالا آیت میں ابتدائی عہد کی طرف اشارہ ہے جو بنی اسرائیل سے شرک سے اجتناب، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اعزا و اقرباء اور یتامیٰ و مساکین کے حقوق کی ادائیگی اور نماز وزکوٰۃ کے قیام سے متعلق ہے۔ بنی اسرائیل کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ ان احکام کو مضبوطی سے تھام لیں مگر انہوں نے ابتدائی طور پر آسمانی عذاب کے خوف کی وجہ سے تھامے رکھا مگر جلد ہی ان احکامات سے روگردانی کرنے لگے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

يذكر تبارك وتعالى بني إسرائيل بما أمرهم به من الأوامر، وأخذ ميثاقهم على ذلك، وأنهم تولوا عن ذلك كله، وأعرضوا قصدا وعمدا، وهم يعرفونه ويذكرونه، فأمرهم أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئا. [21]

یعنی اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر جو احکام نافذ فرمائے تھے اور عہد لیا تھا، اس آیت میں اس کا ذکر ہو رہا ہے تم نے اس سے کلیۃً منہ موڑ لیا اور دانستہ اعراض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

## ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے کا عہد:

وَإِذْ أَخَذْنا مِيثاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِماءَكُمْ وَلا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ. ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ. [22]

18۔ ابن کثیر، "تفسیر القرآن العظیم"، ج1، ص288۔۔۔ پانی پتی، "التفسیر المظہری"، ج1، ص79۔

19۔ کتاب مقدس، باب خروج: 31 / 17۔

20۔ سورۃ البقرۃ: 2 / 83۔

21۔ ابن کثیر، "تفسیر القرآن العظیم"، ج1، ص316۔

22۔ سورۃ البقرۃ: 2 / 84-85۔

ترجمہ: اور جن ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا، اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا، پھر تم نے اس کا اقرار کیا (اور اس عہد پر) تم خود بھی گواہی دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اور تم اپنے ایک فریق کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور تم ان کے خلاف گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو۔ اور اگر وہ قیدی بن کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ ان کو گھروں سے نکالنا بھی تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا کفر کرتے ہو؟ سو تم میں سے جو لوگ یہ کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو گی کہ وہ دنیا کی زندگی میں رسوا ہوں اور قیامت کے دن وہ زیادہ شدید عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

اس آیت میں یہودیوں کے ایک اور عہد اور پھر ان کی عہد شکنی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اور وہ عہد ایسا تھا جس پر وہ خود گواہ تھے۔ جس طرح گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی، والدین سے حسنِ سلوک، یتامیٰ و مساکین کے ساتھ تعاون، لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنے، نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا عہد لیا تھا، اسی طرح ان سے یہ بھی عہد لیا تھا کہ آپس میں لڑائی جھگڑا کرنے کے بجائے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے صلح و آشتی کے ساتھ رہنا۔ مگر انہوں نے نہ صرف عہد کی مخالفت کی بلکہ قتل و غارت گری اور ظلم و زیادتی کا بازار گرم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنو اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو گھروں سے نکالیں گے۔ نسل در نسل یہ عہد و میثاق مدینہ میں آباد یہودیوں میں بھی منتقل ہوا۔ مدینہ میں اوس و خزرج مشرکوں کے دو قبیلے تھے جو نہ تو کسی شریعت کے پیروکار تھے اور نہ ہی کسی چیز کے حرام اور حلال ہونے کے قائل تھے۔ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ مدینہ میں رہنے والے یہود بھی دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ جب اوس و خزرج میں جنگ ہوتی تو بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے اور بنو نضیر اور بنی قریظہ اوس کا ساتھ دیتے۔ اس جنگ میں یہود ایک دوسرے کو قتل کرتے اور گھروں سے نکال دیتے۔ اور جب جنگ ختم ہو جاتی تو بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو لوگ خزرج کی قید میں ہوتے ان کو بنو قینقاع فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور بنو قینقاع کے جو لوگ اوس کی قید میں ہوتے ان کو بنو قریظہ اور بنو نضیر فدیہ دے کر چھڑا لیتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا کہ تم فریق مخالف کے قیدیوں کو فدیہ دے کر کیوں چھڑا رہے ہو؟ تو کہتے کہ ہم اپنے حلیف سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کرتے ہیں یعنی مشرکوں سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے تھے اور خدا سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے تھے۔[23]

### یہودیوں سے عہد و پیمان اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ.[24]

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور پہاڑ (طور) کو تم پر اٹھایا اور فرمایا: جو ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے لے لو اور سنو۔ انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی، اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑا بسا دیا گیا تھا، آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو یہ کیسی بُری چیز ہے جس کا تمہیں تمہارا ایمان حکم دیتا ہے۔

---

23۔ علامہ غلام رسول سعیدی، "تبیان القرآن"، فرید بک اسٹال، لاہور، الطبعۃ الخامسۃ 1431ھ/2010ء، ج 1، ص 445۔

24۔ سورۃ البقرۃ: 2 / 93۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کی خطائیں، مخالفتیں، عداوتیں، سرکشی اور حق سے روگردانی بیان کرتے ہوئے فرمارہا ہے کہ یہود نے جب اپنے سروں کے اوپر چھتری کی مانند طور (پہاڑ) کو دیکھا تو خوف کے مارے اقرار کرلیا اور جب اللہ نے ان پر رحمت کرتے ہوئے عذاب ٹال دیا تو وہ پھر سے منکر ہوگئے۔

عہد و میثاق کو توڑنا یہود کی خاص صفت تھی، اس صفت کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا، چنانچہ بائبل میں ہے:

"وہ اس راہ سے جس کا میں نے ان کو حکم دیا تھا بہت جلد پھر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اسے پوجا اور اس کے لیے قربانی چڑھا کر یہ بھی کہا کہ اے اسرائیل یہ تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ یہ گردن کش قوم ہے"۔[25]

## عہد و میثاق کو تھوڑی قیمت پر بیچ دیتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. [26]

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر نہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

ان الاية نزلت فى حيى بن اخطب وكعب بن الأشرف وغيرهما من اليهود الذين يكتمون ما انزل الله فى التورية فى شأن محمد صلى الله عليه وسلم وبدلوه وكتبوه بايديهم غيره وحلفوا انه من عند الله لئلا يفوتهم المأكل والرشى التي كانت لهم من اتباعهم. [27]

اس آیت کا نزول کعب بن اشرف، حیی بن اخطب اور ان جیسے دوسرے یہودیوں کے حق میں ہوا جو توریت میں نازل شدہ اوصاف محمدی کو چھپاتے بدلتے اور ان کی جگہ دوسری چیزیں درج کیا کرتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اس تبدل و تحریف سے ان کی غرض یہ تھی کہ ان کو کھانے کو ملتا رہے اور جو رشوتیں وہ اپنے متبعین سے لیتے رہے تھے، ان میں فرق نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ کے عہد اور حکم کو دنیا کی خاطر چھوڑنا عہد اور دین بیچنے کے مترادف ہے۔ یہودی علماء کا یہ شیوہ بھی تھا کہ انہوں نے دین کو محض پیشہ کے طور پر اختیار کر رکھا تھا۔

## کتمانِ حق سے ممانعت کا عہد:

وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ. [28]

---

25۔ کتاب مقدس، باب خروج: 32 / 8-9۔

26۔ سورۃ آل عمران: 3 / 77۔

27۔ پانی پتی، "التفسیر المظہری" ج 1، ص 75۔

28۔ سورۃ آل عمران: 3 / 187۔

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اس کو نہ چھپانا، تو انہوں نے اس عہد کو اپنے پسِ پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لی، سو وہ کیسی بری چیز ہے جس کو یہ خرید رہے ہیں۔

گذشتہ آیات میں یہودیوں کے متعدد کردار کا بیان ہوا ہے۔ یہاں بھی ان میں سے ایک کردار کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ یہودی حق کو چھپاتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے مگر پھر بھی اس کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں۔ ان کے پاس تورات موجود تھی جس میں حضرت محمد ﷺ کی سچائی ثبت تھی اور وہ اس بات سے بخوبی واقف بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا اور ان سے عہد لیا تھا کہ وہ کتاب کی تبلیغ کریں گے، اور اس میں جو کچھ ہے اسے چھپائیں گے نہیں اور تمام لوگوں کے سامنے بیان کریں گے۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ انہوں نے یہ کام دنیا کے مفادات کے لیے کیا۔ یہودیوں کے مذہبی راہنماؤں کے ذاتی مفادات اور ان کی قومیت کے بچاؤ کے لیے کیا۔ اور سب کچھ ثمن قلیل ہی ہیں۔ اگرچہ وہ تمام عرصہ کے لیے دنیا پر قابض ہو جائیں۔

اہل کتاب بالخصوص یہودیوں سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ میں ہیں، انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے اور نہ ہیر پھیر کر کے ان کے معنی بدلیں گے۔ مگر انہوں نے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و پیماں کو توڑ کر احکام شریعت بدل ڈالے۔

### اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہنے کا عہد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا ذکر کرنے بعد اُن کے جانشینوں کا تذکرہ کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. [29]

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے برے جانشین آئے جو کتاب کے وارث ہوئے، وہ اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کر دی جائے گی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو اسے (بھی) لے لیں گے۔ کیا کتاب میں ان سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے۔ اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

والمراد به ما كان علماء اليهود يأخذون من جهالهم فياكلون ولذلك كتموا نعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم وحرّفوا كلام الله تعالى خوفا من زوال ماكلتهم وما كانوا يأخذون من الرشى في الحكم. [30]

اس سے مراد وہ رشوت اور مال و دولت ہے جو یہودی علماء جاہل عوام سے وصول کرتے تھے اور کھاتے تھے۔ اسی رشوت اور نذرانوں کے لالچ میں انہوں نے شانِ مصطفوی ﷺ کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ مبادا حضور کی شان رفیع کے اظہار سے

---

29۔ سورۃ الاعراف: 7 / 169۔

30۔ پانی پتی، "التفسیر المظہری"، ج 3، ص 425۔

ہماری یہ آمدنی بند نہ ہو جائے۔انہوں نے اپنی اسی خوراک اور رشوت کے زوال کے اندیشہ سے کلامِ الٰہی میں تحریف کا فعلِ بد کیا تھا۔

ان سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ خدا کے نام سے کوئی بات خلافِ حق نہیں کہیں گے۔ لیکن وہ اللہ کی کتاب میں تبدیلی کرتے اور سوال کرنے والے کو مرضی کے مطابق مسئلہ بتادیتے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تورات میں کہیں نہیں لکھا کہ تم جو گناہ چاہو کرتے جاؤ، میں تمہیں بخش دوں گا۔ مگر ان کی جرأت اور بے خوفی کا عالم یہ ہے کہ گناہ بھی کرتے ہیں، آیات الٰہیہ کو بیچ کر دنیا بھی کماتے ہیں اور اللہ تعالی کی طرف غلط باتیں بھی منسوب کرتے ہیں۔

بائبل میں اس کا ذکر موجود ہے:

''جس جس بات کا میں حکم کرتا ہوں تم احتیاط کرکے اس پر عمل کرنا اور تو اس میں نہ تو کچھ بڑھانا اور نہ اس میں سے کچھ گھٹانا''۔[31]

## انبیاء کے متعلق عہد:

**لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ.** [32]

ترجمہ: بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے۔ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو اُن کی خواہش کے خلاف ہوئی تو انہوں نے ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

يذكر تعالى أنه أخذ العهود والمواثيق على بني إسرائيل على السمع والطاعة لله ولرسوله، فنقضوا تلك العهود والمواثيق واتبعوا آراءهم وأهواءهم، وقدموها على الشرائع، فما وافقهم منها قبلوه وما خالفهم ردوه [33]

یعنی اللہ تعالی نے یہود و نصاریٰ سے وعدے لیے تھے کہ وہ اللہ کے احکام کے عامل اور وحی کے پابند رہیں گے۔ لیکن انہوں نے وہ میثاق توڑ دیا۔ اپنی رائے اور خواہش کے پیچھے لگ گئے۔ کتاب اللہ کی جو بات ان کی منشاء اور رائے کے مطابق تھی وہ مان لی، جس میں اختلاف نظر آیا ترک کر دی۔ نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ رسولوں کو جھوٹا بتایا اور بہت سے انبیاء کو قتل بھی کیا کیونکہ ان کے لائے ہوئے احکام ان کی رائے اور قیاس کے خلاف تھے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

لقد أخذنا ميثاق بني إسرائيل فى التورية بالتوحيد والعمل بما فيها والايمان بالأنبياء كلهم وبمحمد صلى الله عليه وسلم وأرسلنا إليهم رسلا ليذكروهم وليبينوا لهم امر دينهم كلما جاءهم رسول بما لا تهوى أنفسهم فى هذا الكلام دلالة على انهم خالفوا التورية ونقضوا المواثيق فكلما جاءهم رسول بما فى التورية مخالفا لهواهم فريقا منهم كذبوا ولم يقتلوه وفريقا يقتلون بعد تكذيبهم [34]

---

31۔ کتاب مقدس، باب استثناء: 12 / 32۔

32۔ سورۃ المائدۃ: 5 / 70۔

33۔ ابن کثیر، "تفسیر القرآن العظیم"، ج3، ص141۔

34۔ پانی پتی، "التفسیر المظہری"، ج3، ص147۔

بنی اسرائیل سے تورات میں توحید، تورات کے احکام پر عمل کرنے، تمام انبیاء کے ساتھ حضور ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا تھااور ان کی طرف رسول اس لیے بھیجے تھے تاکہ انہیں وعدہ یاد دلاتے رہیں اور ان کے لیے دین کے احکام ان پر واضح کرتے رہیں۔ جب کوئی رسول ان کے پاس ایسا پیغام لاتا جوان کی خواہشات کے برعکس ہوتا تو بعض انبیاء کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کر دیا۔

## یہودی بدعہدی کا تجزیاتی مطالعہ:

بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین قوموں میں شمار ہوتی تھی۔ جس وقت روئے زمین پر تمام قومیں شرک وبت پرستی کی لعنت میں پڑی ہوئی تھی،اس وقت بنی اسرائیل ایک واحد قوم تھی جو توحید پر قائم تھی۔اس توحید پر قائم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو[وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ]کامژدہ سنایا تھا۔یہ بنی اسرائیل کی فضیلت ہی تھی کہ اس قوم میں پے در پے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔تاریخی شواہد کے مطابق بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی محبوب امت میں شمار ہوتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام عالم پر برگزید گی اور بزرگی کا شرف بخشا تھا۔ نیز انہیں دینِ الٰہی کی تبلیغ کے لیے چنا تھا،ان کی خاطر فرعون کو پوری قوم سمیت غرق کیا تھا،ان پر من وسلویٰ نازل کیا تھا،انہیں ارض مقدس کا وارث بنایا تھا، لیکن اس شرف وعزت اور اپنے رب کی بے پایاں نعمتوں کی ناقدری کے نتیجے میں وہ محبوب ترین قوم سے مغضوب ترین لوگوں میں شامل ہوگئے۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل دینِ ابراہیمی سے روگردانی کرنے لگے اور انہوں نے اپنے عقائد واعمال میں کئی خرابیاں پیدا کرلیں۔ نیز ان کی اکثریت اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور محبوب قوم ہونے کے ناطے ان سے کسی قسم کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا اور وہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔قرآن مجید میں ان کی متعدد خوش فہمیوں اور فکری مغالطوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو کہ ایک الگ مستقل موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی نعمتوں کو یاد دلایا کہ شکر واطاعت کی راہ اختیار کی جائے اور کفرانِ نعمت سے احتراز کیا جائے۔ نیز ان کی بزرگی وشرف کی بدولت ان سے عہد ومیثاق لیے گئے جس میں سے اکثر پاسداری نہ کرسکے اور عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔ قلیل التعداد یہودی سلیم الفطرت تھے اور دینِ فطرت پر قائم تھے مگر اکثریت راہِ حق سے بھٹکی ہوئی تھی۔ قوم یہود کی اکثریت کا قدیم دستور اور ان کی جبلی عادت تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد وپیماں کو بھلادیتے تھے۔ان سے کیے گئے عہد وپیماں کے لیے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر میثاق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جبکہ گاہے بگاہے عہد کا لفظ بھی وضع کیا گیا ہے۔قرآن مجید کی ابتدائی سورت سورۃ البقرۃ اور مابعدہٗ سورۃ آل عمران میں بنی اسرائیل کا تذکرہ موجود ہے۔مذکورہ دونوں سورتوں میں کم وبیش دس مقامات پر عہد ومیثاق کا بیان ہے۔اللہ تعالیٰ مختلف مواقع پر ان سے عہد کیا اور انہیں سختی سے عہد کی پاسداری کا حکم دیا مگر بزعم خویش انہوں نے عہد کی پاسداری کرنے کے بجائے اسے پس پشت ڈالا بارگاہِ الٰہی میں مطعون اور مغضوب قوم ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۴۰ سے ۴۴ تک اپنی نعمتوں کو یاد کراتے ہوئے[أَوْفُوا بِعَهْدِي]کے الفاظ کے ساتھ عہد ومیثاق کو پورا کرنے کا حکم دیا مگر قوم یہود نے عہد کو پورا نہیں کیا۔اس عہد میں قرآن پر ایمان لانے،اس کا انکار نہ کرنے، تھوڑی قیمت پر آیتیں فروخت نہ کرنے، حق کو باطل سے نہ ملانے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا عہد شامل تھا۔اس آیت کا پس منظر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تورات کی وساطت سے لیا گیا تھا۔اور اس میں آخری نبی ﷺ کی پیروی اور اتباع کی جانب اشارہ تھا۔ قوم یہود نے اس عہد وپیماں کو تار عنکبوت کی طرح توڑ دیا۔ان کا دستور تھا کہ وہ جان بوجھ کر اپنے عقائد میں تبدیلی کر دیتے تھے۔مزید یہ کہ تورات میں اپنی مرضی سے کمی بیشی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ کسی آیت کی شرح میں اپنی مرضی سے اضافہ کر دیتے تھے اور اصل آیت کو چھپا لیتے تھے۔ گویا کہ دنیاوی غرض کے لیے احکامات الٰہی کو اپنی منشاء ومرضی کے مطابق ڈھالنا عام سی بات تھی۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۶۴ کے مطابق یہودیوں سے تورات قبول کرنے کا عہد لیا گیا تھا، مگر جب تورات نازل کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مفسرین کے مطابق واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد جب بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے احکامِ باری تعالیٰ یا کوئی کتاب لانے خواہش ظاہر کی جس پر وہ عمل کر سکیں۔ اور وعدہ کیا کہ ہم اس خوب دل سے رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ مگر جب ان کی خواہش پر تورات نازل ہوئی تو اس کے احکام دیکھ کر اپنے وعدے سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ یہ احکام بہت سخت ہیں۔ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس پر بحکمِ الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کوہِ طور کو بنی اسرائیل کے سروں پر اس طرح جھکا دیا کہ جیسے ابھی پہاڑ گر کر پوری قوم کو کچل دے۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ بتاؤ تورات پر عمل کرتے ہو یا نہیں؟ وہ اس خوفناک منظر سے گھبرا اٹھے اور اپنی غلطی اور عہد شکنی کا احساس کرتے ہوئے نادم ہوئے اور تورات پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ یہاں ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو جبراً احکامات پر عمل پیرا ہونے کا حکم کیوں دیا گیا؟ حالانکہ یہ طرزِ عمل دینِ فطرت کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس حوالے سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے از خود احکامات کا مطالبہ کیا تھا۔ وگرنہ اس سے پہلے وہ اس سلسلے میں آزاد تھے۔ قاعدہ یہی ہے کہ جب کوئی قوم یا شخص از خود اپنی ذات پر کوئی حکم واجب کرے تو اس پر اس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ یہی قاعدہ بنی اسرائیل پر بھی لاگو ہوگا کہ انہوں نے پہلے تو احکامات کا مطالبہ کیا، جیسے ہی احکامات نازل ہوئے تو ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے انکار کر دیا۔ ان کا یہ انکار اس بات کا تقاضا تھا انہیں زبردستی اس کا پابند بنایا جائے کیونکہ یہ سب کچھ حسبِ خواہش تھا۔ لہٰذا یہاں اپنی بات سے پھرنے کا کوئی جواز باقی نہیں تھا۔ ان کی مسلسل عہد شکنی اور نافرمانی کی وجہ سے کوہِ طور ان سے سر پر سائبان کی طرح کھڑا کر کے کہا گیا کہ مانتے ہو یا پہاڑ تم پر گرا دیا جائے۔ بنی اسرائیل کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے پہاڑ گرنے کے خوف سے تو اس وقت عمل کرنے کا ارادہ کیا مگر جوں ہی عذاب ٹلا تو انہوں نے دوبارہ سرکشی پر اتر آئے۔ ان کی مسلسل سرکشی کے باوجود رحمتِ الٰہی یہاں جوش مارتی ہوئی نظر آتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بار بار جرائم کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معافی دی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازا۔ مثلاً من و سلویٰ کا نزول، میٹھے پانی کے چشمے جاری رہنا وغیرہ اس کی بہت اعلیٰ و عمدہ مثال ہیں۔ نیز اس آیت میں زمانۂ رسالت کے یہودیوں کو وہ بات یاد دلائی جا رہی ہے کہ تمہارے بڑوں سے جو عہد لیا گیا ہے اس میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا بھی شامل تھا۔ لہٰذا تم عہد کے مطابق ان پر ایمان لاؤ اور مکر و فریب سے باز رہو۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۶۴ اور سورۃ النساء کی آیت ۱۵۴ کے مطابق بنی اسرائیل کے لیے یہ قانون مقرر کیا گیا تھا اور ان سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ سبت یعنی ہفتے کے دن کو آرام اور عبادت کے لیے مخصوص رکھیں۔ اس دن کسی بھی قسم کے کام کاج کی اجازت نہیں تھی۔ ساتھ یہ تنبیہ کی گئی تھی کہ جو کوئی ہفتہ کے دن احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تجارت یا زراعت کرے گا تو وہ ہلاک کر دیا جائے گا۔ یہ حکم خاص طور پر اس قوم کے متعلق تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ایلہ کے مقام پر آباد تھی۔ یہ ساحل کے کنارے رہتے تھے۔ عام طور پر ان کا پیشہ ماہی گیری تھا۔ انہیں ہفتہ کے دن کے علاوہ بقیہ ایام میں مچھلیاں پکڑنے کی اجازت تھی۔ انہیں اس آزمائش میں ڈالا کہ ہفتے کے دن تمام مچھلیاں بڑی کثرت سے دریا کی سطح پر نکل آتیں اور دوسرے دنوں میں غائب ہو تیں۔ یہ ایسی آزمائش تھی، جس کے مقابلے میں یہود نہ ٹھہر سکے۔ ان کے لیے ثابت قدمی کیسے ممکن تھی۔ ایسا بہترین شکار بالکل قریب مل رہا تھا۔ انہیں اس کے سوا اور کیا چاہیے تھا۔ کیا محض عہد و پیمان کی خاطر وہ اس شکار کو جانے دیتے۔ یہودیوں سے بہر حال یہ کام نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ تو ان کے مزاج کے خلاف ہے۔[35] انہوں نے حیلہ سازی کر کے ہفتہ کے دن شکار کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں ان پر عذاب نازل ہوا [كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ] کہہ کر انہیں بندر بنا دیا گیا۔ اور یقیناً وہ اس بات کے مستحق تھے کہ انہیں حیوان بنا دیا جائے۔ یہاں مفسرین یہ بحث کرتے ہیں کہ اس قوم کو حقیقی طور پر بندر بنا دیا گیا تھا یا محض فکر و نظر اور مزاج کے اعتبار سے ان کی

35۔ سید قطب ابراہیم حسن الشاربی، "في ظلال القرآن"، دار الشروق، بیروت، الطبعة السابعة عشر 1412ھ، ج1، ص76-77۔

خصلتیں حیوانوں والی ہو گئیں تھیں۔ بعض مفسرین یہ موٴقف اختیار کر بیٹھے کہ یہ مسخ صرف معنوی تھا۔ حقیقی نہیں تھا۔یعنی ان کی عادات واطوار کو بندروں کی مانند کر دیے گئے تھے۔ظاہری شکل وصورت انسانوں والی ہی تھی۔ جبکہ جمہور مفسرین نے اس آیت کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے یہ موٴقف اختیار کیا کہ انہیں حقیقی طور شکل کے اعتبار سے بندر بنادیا گیا تھاجو کہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے۔یہاں ابن کثیر کا قول فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔وہ لکھتے ہیں: الصحيح أنه معنوي وصوري۔[36] یعنی صحیح یہی ہے کہ ان کا مسخ معنوی اور صوری تھا۔

نیز مذکورہ آیت میں عہدرسالت کے یہودیوں سے بھی خطاب تھا کہ تم اپنے آباؤاجداد کے اس واقعہ سے بخوبی واقف ہو،اوران کے حشر کو بھی جانتے ہو،لہٰذا تم بھی سرکشی کو چھوڑ کر راہِ راست پر آجاؤ،ورنہ تمہارا حال بھی وہی ہوگا جو تمہارے بڑوں کا ہوا ہے۔یہودیوں کے لیے یہ عذاب اس لیے تھا کہ انہوں نے اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا تھا کہ خدائی احکامات کے صرف ظاہری مفہوم کو پورا کرنا ہے،اگرچہ اس کے حقیقی معنی فوت ہوجاتے ہوں۔اسی لیے انہوں نے مچھلیوں کے شکار کے متعلق حیلے بہانے تراشے تھے۔الغرض ہفتہ کے دن کی بے حرمتی اور قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کی پاداش میں ان کی شکل وصورت مسخ کردی گئیں تھیں۔ان کے چہروں کو مسخ کرکے بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنادیا گیا تھا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۸۳ اور ۸۴ میں بیان کردہ احکام اسلام اور سابقہ شریعتوں میں مشترک ہیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ جس معاہدہ کا ذکر کیا ہے وہ وہی معاہدہ ہے جو ان کے ساتھ کوہ طور کو ان کے سروں پر لٹکانے کے بعد طے پایا تھا۔اور جس کے بارے میں انہیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ اسے مضبوطی سے پکڑیں اوراس کے اندر جو ہدایات انہیں دی گئی ہیں انہیں یاد رکھیں۔غالباًاس کے اندر دین کے اساسی امور کا بیان تھااور یہ اساسی امور وہی ہیں جواب اسلام نے ان کے سامنے پیش کیے ہیں اور جنہیں وہ کوئی عجیب اور نئی چیز سمجھ کر رد کررہے ہیں۔[37] انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کریں گے،لوگوں سے اچھی باتیں کریں گے، نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے، پھر چند اشخاص کے سوا باقی سب نے اس عہد کی خلاف ورزی کی۔اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کرنا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا،ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنااور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا، یہ اس قسم کی عبادات ہیں جو ہر نبی کے دور میں مشترک رہی ہیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا اپنی عبادت کے ساتھ متصلاً ذکر کیا ہے۔[38] اسی طرح انہوں نے یہ عہد بھی کرر کھا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہائیں گے۔نہ ہی اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر انہوں نے کسی بھی وعدے کی پاسداری نہیں کی۔اسلام انہیں محض انہیں باتوں کی طرف بلا رہا تھا جس کا انہوں نے اپنے اللہ سے معاہدہ کرر کھا تھا لیکن اس کے باوجود اس کا انکار کررہے تھے۔ان کے اس شرمناک طرز عمل کی وجہ سے انداز گفتگو غائبانہ کلام سے تبدیل ہوکر خطاب کی شکل اختیار کرلیتا ہے حالانکہ اس سے قبل بنی اسرائیل کو چھوڑ کر مومنین کو خطاب کیا جارہا تھا اور ان کے سامنے ان کے برے کارنامے بیان کیے جارہے تھے۔ان کے یہ سیاہ کارنامے بیان کرتے کرتے اچانک ان سے مخاطب ہونا ان کے لئے سخت شرمندگی کا باعث ہے۔[39] اس آیت کے آخر میں [وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ] کو یہود کی مستقل صفت کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔یعنی عہد وپیماں سے روگردانی ان کی

36۔ ابن کثیر، "تفسیر القرآن العظیم"، ج1،ص188۔

37۔ سید قطب، "فی ظلال القرآن"، ج1،ص87۔

38۔ سعیدی، "تبیان القرآن"، ج1،ص439۔

39۔ سید قطب، "فی ظلال القرآن"، ج1،ص87۔

مستقل صفت بن چکی ہے، یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے جو ان سے اتفاقی طور پر صادر ہو گیا ہو بلکہ حق و سچ سے انحراف ان کے قومی مزاج کی ایک خصوصیت بن چکی ہے۔ یعنی احکام الٰہی سے اعراض ان کی عادت کے ساتھ ساتھ ان کی طبیعت بن چکی ہے۔

یہود کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ زبان کو مروڑ کر الفاظ اس طرح ادا کرتے تھے کہ سننے والے کو صحیح معلوم نہ ہو سکے کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ اس کی ایک مثال سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۹۲ میں ہے کہ انہیں تاکید کی گئی کہ جو احکامات نازل کیے گئے اور جو ہدایات دی گئی ہیں، اس پر سختی سے کاربند رہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے۔[سمعنا وعصينا] کہا۔ حالانکہ یہاں انہیں [سمعنا واطعنا] کہنا چاہیے تھا۔ مگر انہوں نے زبان کو توڑ مروڑ کر [عصينا] کو اس طرح ادا کیا کہ سننے والے اس لفظ کو [اطعنا] سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کی قرآن مجید میں ان کی اس خصلت کو واضح کر دیا تاکہ مسلمان یہودی فریب سے آگاہ ہو سکیں۔ انہوں نے خوف کی وجہ سے [سمعنا] کہہ کر قول کا اقرار تو کر لیا جو کہ زبانِ حال تھا۔ مگر فوراً ہی [عصينا] کہہ کر اپنی روش کا اظہار کر دیا کہ ہم نے سنا تو ہے مگر اس پر عمل نہیں کریں گے۔ یہی روش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں منافق یہودیوں کی تھی اور زمانہ رسالت ﷺ کے یہودی بھی اپنے اسلاف کی پیروی میں مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۸ کے مطابق یہودیوں سے میثاق لیا گیا تھا کہ وہ کتمانِ حق نہیں کریں گے، مگر انہوں نے اس عہد کی بھی پاسداری نہیں کی۔ کتمانِ حق میں سب سے اہم بات حضور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا بیان تھا۔ انہوں نے اس بیان کو چھپانے کی کوشش کی۔ یہودیوں کے کتمان حق کی تفصیل کے متعلق سید قطب رقمطراز ہیں:

> سورۃ آل عمران میں یہودیوں کے ممتاز ترین کردار کا بیان ہوا ہے ان لوگوں کی یہ عادت رہی ہے کہ یہ حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ حق ہے۔ پھر یہ اس حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں اور اس طرح اپنے پروپیگنڈے کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔ اس طرح وہ دین کے مفہوم میں شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں۔ وہ اسلام کی صحت پر اعتراضات کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا بھی انکار کرتے ہیں کہ اسلام اور ادیان سابقہ کے اندر بنیادیں مشترک ہیں۔[40]

اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ کتاب کی تبلیغ کریں گے اور اس میں جو کچھ ہے اسے چھپائیں گے نہیں وہ اسے بیان کریں گے اور تمام لوگوں کے سامنے بیان کریں گے۔ نہ چھپائیں گے اور نہ خفیہ رکھیں گے۔ لیکن انہوں نے اللہ کے اس عہد صریح کو پس پشت ڈال دیا۔ اس آیت کا انداز تعبیر نہایت ہی موثر ہے۔ اس کے اندر دینی فعل کے علاوہ ظاہری حرکت بھی ہے یعنی کسی چیز کو پس پشت پھینک دینا۔ [فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ] (انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا) اور یہ حیا سوز کام انہوں نے کیا، کیوں؟ [وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلا] (انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر اسے بیچ ڈالا) یہ کام انہوں نے اس دنیا کے مفادات کے لئے کیا۔ یہ یہودیوں کے مذہبی راہنماؤں کے ذاتی مفادات اور ان کی قومیت کے بچاؤ کے لیے انہوں نے یہ کام کیا۔ اور یہ سب کچھ ثمن قلیل ہی ہیں۔ اگرچہ وہ تمام عرصے کے لیے تمام دنیا پر قابض ہو جائیں۔ یہ بھی اللہ کے عہد کے مقابلے میں ثمن قلیل ہوگا۔ اور اگر اللہ کے ہاں ان کے لئے جو اجر تھا وہ اسے نظروں میں رکھتے تو یہ انہیں واقعی ثمن قلیل نظر آتا [فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ] (کتنا برا کاروبار ہے جو یہ کر رہے ہیں)۔[41] علمائے اہلِ کتاب بالخصوص علمائے یہود پر زر پرستی اتنی غالب آگئی تھی کہ وہ جیسا موقع دیکھتے، ویسا ہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۶۹ میں بھی اس کا بیان موجود ہے کہ وہ دین فروشی کرتے تھے۔ ان میں حق گوئی بالکل بھی نہیں بچی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے سیاہ کرتوتوں پر خوش ہوتے تھے کہ ہم بڑی ہوشیاری سے دین کی آڑ میں دنیا حاصل کر لیتے ہیں۔

---

40۔ ایضاً، ج 1، ص 541۔

41۔ محولہ بالا۔

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۷۰ کے مطابق بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ تمام انبیاء پر ایمان لائیں گے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی بھی پاسداری نہیں کی، ان میں ایک گروہ نے ان کی تکذیب کی یہاں تک کہ ان کے قتل کے مرتکب بھی ہوئے۔ بنی اسرائیل نے رسولوں کی جو تکذیب کی اور انہیں قتل کیا تو اس پر ان کی فوری پکڑ نہیں ہوئی۔ اس ڈھیل پر وہ مزید دلیر ہو گئے اور سمجھ بیٹھے کہ ہماری کوئی گرفت نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق انہیں تنبیہ کرتا رہا اور ہدایت کے راستے پر آنے کی دعوت دیتا رہا مگر جب وہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے تو اس کی وجہ سے وہ نہ صرف نجات سے محروم ہو گئے بلکہ انہوں نے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر خدا اور فرشتوں کی لعنت منطبق کر لی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: اتنے بڑے گناہ کے بعد بھی بے فکر ہو کر بیٹھے رہے اور سمجھ لیا کہ ہمیں کوئی سزا نہ ہو گی لیکن انہیں زبردست روحانی سزا دی گئی یعنی وہ حق سے دور پھینک دیے گئے اور اس سے اندھے اور بہرے بنا دیئے گئے نہ حق کو سنیں اور نہ ہدایت کو دیکھ سکیں۔[42]

## یہودی بد عہدی و غداری کا منطقی انجام

درج بالا آیات بینات واضح طور پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے متعدد عہد و میثاق لیے۔ نیز انہیں وقتاً فوقتاً عہد و میثاق کی پاسداری کی یاد دہانی بھی کرائی مگر انہوں نے اپنی روش پر چلتے ہوئے عہد و میثاق کو پس پشت ڈالا اور انبیاء کی تکذیب و تکفیر یہاں تک کہ انہیں قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ یہودیوں کے ان افعال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ[43]

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے ہیں اور عدل و انصاف کا حکم دینے والے لوگوں کو قتل کرتے ہیں، آپ کو ان دردناک عذاب کی خوشخبری دیجیے۔

حقیقت بات ہے کہ جو قوم تمام دلائل و براہین دیکھنے کے بعد اپنی روش سے نہ ہٹے اور مزید ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی رہے تو اس کے حق میں ہدایت کیسے ممکن ہے؟ قرآن کریم میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ[44]

ترجمہ: اور اللہ اس قوم کو کیوں ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آچکی تھیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قوم ہدایت حاصل ہی نہیں کرنا چاہتی تو انہیں ہدایت کیونکر نصیب ہو گی۔ الغرض جب یہودی عہد و میثاق اور انعامات باری تعالیٰ کی بارہا یاد دہانی کے باوجود نبی برحق پر ایمان نہیں لائے تو ان افعالِ شنیعہ کا منطقی انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا.[45]

---

42۔ ابن کثیر، "تفسیر القرآن العظیم"، ج3، ص141۔

43۔ سورۃ آل عمران: 3 / 21۔

44۔ سورۃ آل عمران: 3 / 86۔

45۔ سورۃ النساء: 4 / 155۔

ترجمہ: پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے، اور اللہ کی آیتوں کا کفر کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے۔

ایک اور مقام پر اس کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ.[46]

ترجمہ: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا، وہ اللہ کے کلام کو اس مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا اور آپ ان کی خیانت پر ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے، ماسوا چند لوگوں کے، آپ ان کو معاف کیجیے اور در گزر کیجیے، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہودیوں کے اپنے کفر کی وجہ سے ان پر ذلت وخواری مسلط کر دی گئی:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ [47]

ترجمہ: اور ان پر ذلت اور بدحالی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آگئے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں، یہ اس لیے (بھی) ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

یہودیوں پر مسلط کی جانے والی ذلت وخواری کا ذکر ایک مقام پر اور بھی ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ [48]

ترجمہ: وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے سوائے اس کے کہ وہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی (سے سہارا لیں) وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا کفر کرتے تھے اور نبیوں کا ناحق قتل کرتے تھے، اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

درج بالا آیات بینات کی روشنی میں یہودیوں کے منطقی انجام کی مندرجہ ذیل وجوہات ظاہر ہوتی ہیں:

یہودیوں نے بار بار عہد شکنی کی۔

انبیاء ورسل کی تکذیب کی اور انہیں قتل کیا۔

عدل وانصاف کا حکم دینے والے لوگوں کو قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کفر کیا۔

---

46۔ سورۃ المائدۃ:5 / 13۔

47۔ سورۃ البقرۃ:2 / 61۔

48۔ سورۃ آلِ عمران:3 / 112۔

معجزات کا انکار کیا۔

کلام اللہ میں تحریف کی۔

کتمان حق کے مرتکب ہوئے۔

تمام دلائل و براہین کے باوجود نبی آخر الزماں ﷺ کا انکار کیا۔

بار بار سمجھانے کے باوجود کفریہ اور گمراہ کن عقائد پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے ان کے تمام کفر و سرکشی اور عداوت و غداری کا منطقی انجام یہی تھا کہ ان کے دل سخت کر دیے جائیں اور ان کے اوپر ذلت و خواری مسلط کر دی جائے اور انہیں دردناک عذاب کی خبر دی جائے۔ الغرض یہودیوں نے اپنے بداعمالوں کے سبب خود اپنے اوپر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رحمت الٰہی کے دروازے بند کر لیے۔

**خلاصہ:**

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کتاب و شریعت کی پابندی کا عہد لیا تھا اور اس عہد کی تجدید اور یاددہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے اپنے بہت سے رُسل اور انبیاء بھیجے مگر اکثر یہودیوں نے ان کو اپنی خواہشات کے خلاف پا کر ان کی تکذیب کی۔ یہودیوں کی قدیم تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، ان کی تعلیمات سے روگردانی کی، انہیں اذیت دی حتیٰ کہ انہیں قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی طویل داستانیں قرآن مجید میں ذکر فرمائیں اور ان کے انجام کو ذکر کیا تاکہ اہلِ ایمان یہ جان سکیں کہ حق سے روگردانی کی سزا کن انداز میں بھگتنی پڑتی ہے، نیز امت مسلمہ کو تنبیہ کی کہ کہیں وہ بھی یہودی کی راہ نہ چل پڑیں۔